25

مختصر وعظ کو بھی توجہ سے سننا چاہیئے

(فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"چونکہ باہر سے کچھ دوست آتے ہوئے ہیں اس لیے میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو کل چند منٹ ان کے لیے کچھ بیان کروں۔ اگرچہ خطبہ اسی غرض سے ہوتا ہے کہ اس میں ایسے اُمور بیان کئے جاتے ہیں۔ جو جماعت کے لیے مفید ہوتے ہیں، لیکن آج کسی قدر میرے حلق میں تکلیف ہے۔ اس لیے آج کی بجائے کل پر اُٹھا رکھتا ہوں۔

اس وقت مختصر طور پر سورۃ فاتحہ کی آیت اھدنا الصراط المستقیم کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ مَیں نے بار بار بیان کیا ہے کہ اس زمانہ کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ لوگ مختصر بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کہا تو جاتا ہے کہ قلّ و دلّ اچھا کلام وہی ہوتا ہے جو مختصر اور بادلائل ہو، لیکن باوجود اس کے اگر دو ایک فقروں میں کوئی بات کہی جائے تو لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جس طرح لوگوں کو اور عادتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کو لیکچر سننے کی عادت ہوتی ہے۔ پھر جس طرح مثلاً افیونی کی عادت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تو افیون کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو تقریر سننے کی عادت ہوتی ہے، وہ بھی جُوں جُوں پُرانے خرانٹ ہوتے جاتے ہیں ان کی یہ عادت بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ ان لیکچر سننے والوں میں سے اکثر یہ کہیں گے کہ لیکچرار نے اتنی دیر تک تقریر کی۔ مگر اس مجلس میں بہت کم ہوں گے جو یہ سوچیں گے کہ کیا کہا۔ یہ تو کہیں گے کہ چار گھنٹہ تقریر کی مگر اس سے غرض نہیں رکھیں گے کہ اس چار گھنٹہ کی تقریر میں بیان کیا گیا۔

تو بہت لوگوں کے نزدیک کسی مقرر کا کمال یہ ہوتا ہے۔ کہ جس کا خلاصہ وہ ان الفاظ میں بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص بڑا صاحب کمال ہے کہ اس نے اتنی دیر تک تقریر کی، لیکن وہ اس کی

تقریر کی طرف توجہ نہیں کرینگے۔ خواہ وہ اتنے عرصہ میں بکواس ہی کرتا رہا ہو۔ یا اس نے اس عرصہ میں قرآن کریم کے معارف کے دریا بہا دیئے ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک خطیب کا ذکر سناتے تھے کہ وہ لیکچر کے لیے کھڑا ہوا۔ اس کا مضمون رقت والا تھا۔ ایک شخص آیا اور کھڑا ہوگیا۔ اس کے ہاتھ میں تنگڑی (زمینداروں کا وہ سہ شاخہ آلہ جس سے وہ بھوسہ وغیرہ درست کیا کرتے ہیں) تھی جتنے حاضرین تھے ان پر تو اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، لیکن وہ زمیندار تھوڑی ہی دیر بعد رونے لگ گیا۔ واعظ کی جو شامت آئی۔ اور اس کے دل میں ریا پیدا ہوئی تو اس نے خیال کیا کہ یہ میرے وعظ سے متاثر ہوا ہے۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ دیکھو انسانوں کے قلوب بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو گھنٹوں سے میرا واعظ سن رہے ہیں لیکن ان پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ مگر یہ ایک اللہ کا بندہ ہے کہ اس پر فوراً اثر ہوگیا ہے۔ اور یہ رو پڑا ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو بتانے کے لیے اس سے پوچھا میاں کس بات نے تم پر اثر کیا۔ کہ تم رو پڑے۔ اس نے کہا کل اسی طرح میری بھینس کا بچہ اڑا اڑا کے مر گیا تھا۔ جب میں نے آپ کی آواز سُنی تو وہ یاد آگیا۔ اور میں رو پڑا یہ سُنکر خطیب بہت شرمندہ ہوا۔

پھر بہت لوگ ہوتے ہیں جو خطبوں وغیرہ میں اس نیت سے بیٹھتے اور سُنتے ہیں کہ دیکھیں خطیب نے اُردو کی کیا کیا غلطی کی۔ یا پنجابی میں بیان ہے۔ تو پنجابی ٹھیٹھ ہے یا نہیں۔ یا دیکھتے ہیں فلاں شخص کے کھڑے ہونے یا ہاتھ مارنے یا سر ہلانے کا کیا انداز ہے اور بولتے ہوئے کیا کیا حرکات کرتا ہے اور جو وہ مضمون بیان کرتا ہے۔ اس کی طرف ہرگز ہرگز ان کا دھیان نہیں ہوتا۔

یہ کیوں ہے؟ محض اس لیے کہ وہ عادت کے طور پر وعظ یا لیکچر سنتے ہیں ان کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ مضمون کیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی عادت سے اسی طرح مجبور ہوتے ہیں جس طرح افیونی کو افیون کی اور جس طرح کہ افیونی کو اس سے مطلب نہیں ہوتا کہ میں افیون کیوں کھاتا ہوں۔ اسی طرح ان کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ہم تقریر کیوں سُنتے ہیں۔

پس جس طرح افیونی کی عادت افیون کھانا ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کی عادت تقریر سننا ہوتی ہے اور جس طرح وہ ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ عادت بھی ایک مصیبت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس طرح افیونی کے حواس مختل ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے حواس بھی مختل ہو جاتے ہیں۔

دراصل کلام مختصر نہایت اعلیٰ درجہ کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ رسول کریمؐ نے فرمایا کَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ۔ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ[1] دو کلمے ہیں جو اللہ کو پیارے ہیں اور بولنے لگو تو آسان ہیں، لیکن اگر تولنے لگو تو بڑے بوجھل ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔ اب اگر ایک شخص تشہد کے بعد امّا بعد کہہ کر اور یہ حدیث پڑھ کر بیٹھ جاتے تو اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ کیونکہ دانا کے نزدیک وہ بات پسندیدہ ہے۔ جو زبان پر ہلکی اور میزان میں وزن دار ہو۔ کیونکہ غرض تو مطلب اور مغز سے ہے نہ کہ لمبی اور زیادہ گفتگو سے۔ مثلاً اگر پندرہ روپیہ کی بجائے ایک اشرفی اُٹھانی پڑے تو انسان اس کو پسند کریگا۔ کیونکہ بوجھ سے بچ جائیگا۔ اور کوئی دانا یہ نہیں کہے گا کہ مَیں پندرہ روپیہ کو چھوڑ کر ایک کو نہیں لیتا۔ ہاں ایک بچے کے آگے ایک اشرفی اور دس روپے رکھ دو تو بچہ اشرفی کی بجائے روپیوں کی طرف جھپٹے گا، لیکن عقلمند جانتا ہے کہ اشرفی اگرچہ اُٹھانے میں کم وزنی ہے۔ مگر حقیقت میں اور قیمت میں دس روپیہ سے کہیں زیادہ ہے۔

اس طریق کو پہلے زمانہ کے لوگ خوب سمجھتے تھے۔ کہ مختصر طور پر عمدہ بات کہدی جاتے۔ رسولِ کریم کے خطبے اس کی مثال ہیں۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لمبا خطبہ نہیں کہہ سکتے تھے۔ آپ نے باوجود عمر کے لحاظ سے پیری میں ہونے کے ایک دفعہ صبح سے شروع کر کے شام تک خطبہ پڑھا۔ نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر تقریر شروع فرما دیتے[2] پس یہ نہیں کہ آپ لمبی تقریر نہیں کر سکتے تھے۔ ضرور کر سکتے تھے اور ضرورت کے وقت کرتے تھے، لیکن مختصر سے مختصر وعظ بھی فرماتے تھے جس میں نہایت قیمتی اور وزنی باتیں بیان فرماتے تھے۔

دراصل اگر لمبی تقریر میں مغز نہیں تو وہ کچھ نہیں۔ اور اگر مختصر تقریر میں مغز ہے تو وہ نہایت قیمتی ہے، آپ لوگ اگر مختصر وعظ سیکھنا چاہیں تو قرآن کریم کو پڑھیں۔ اس کے ایک ایک لفظ میں اگر تم غور کرو گے تو لمبے لمبے لیکچر شروع ہو جائیں گے۔ پھر سارے قرآنِ کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے جو کہ نماز میں معمولی طور پر تیس سے پچاس مرتبہ تک روزانہ پڑھی جاتی ہے مگر کم ہیں جو جان سکتے ہیں کہ اُنھوں نے اتنی دفعہ قرآن کریم کو ختم کیا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت علیؓ جب گھوڑے پر سوار ہونے لگتے تو ایک رکاب سے دوسری میں قدم رکھنے کے وقفہ میں قرآنِ کریم ختم کر دیتے تھے۔ بعض نے اس کو بالکل جھٹلایا۔ اور بعض نے اس کو معجزہ بتایا ہے مگر نہ یہ بالکل غلط ہے اور نہ معجزہ ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت

---

[1] بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الاسماء فی التسبیح والتحمید

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن باب اخبار النبیؐ فیما یکون الی قیام الساعۃ

علیؓ قرآن کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف : ۱۴) اور جس نے قرآن کا کوئی حصہ پڑھا اور اس پر عمل کیا وہ اس سے بہتر ہے جس نے سارا پڑھا۔ اور کچھ بھی عمل نہ کیا۔ پس جب حضرت علی قرآن کی اس آیت کو پڑھتے تھے۔ تو گویا وہ قرآن کو ختم کر لیتے تھے۔ اس وقت میں نے جو سورہ فاتحہ پڑھی ہے وہ ایک مختصر وعظ ہے جو مختصر بھی ہے اور آسانی سے پڑھا بھی جاتا ہے۔ دُنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں وہ مطالب ہوں جو قرآن کریم کے مسائل کے مقابل میں پیش ہوسکیں۔ پس جب سورۃ فاتحہ پڑھو تو (ھدنا الصراط المستقیم کو مدِنظر رکھو یہ آیت عملیات کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اسکی پہلی آیات اعتقادات کی طرف متوجہ کرتی ہیں دوسرا حصہ جو اھدنا الصراط المستقیم سے شروع ہوتا ہے عملیات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یہ سات آیتیں ہیں۔ ان سات پر عمل کرے تو ممکن نہیں کہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔" آمین :

(الفضل ۴۔ جنوری ۱۹۱۹ء)